© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

فکر ونظر

نویں دستوری ترمیم اور نفاذِ شریعت بل ــــ ایک جائزہ

فقہ کو شریعت قرار دینے کی جسارت !

گزشتہ شمارہ (محدث مارچ ۸۶ء) میں ہم نے لکھا تھا کہ "اسلامی مملکت کا دستور کتاب اللہ ہی ہوتا ہے، جس کی کامل اور متعین تعبیر سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔ اور اسی کا نام شریعت ہے!" ـــــ اسلامی دستور کے بارے میں یہی موقف ہم محدث کے ادارتی کالموں اور دیگر مضامین میں بھی، موقع بہ موقع پیش کرتے چلے آئے ہیں۔ لہٰذا اس کی تفصیلات میں تو ہم نہیں جائیں گے۔ لیکن چونکہ اپنے وعدہ کے مطابق (جو گزشتہ شمارہ میں ہم نے اپنے قارئین سے کیا تھا) نویں[1] دستوری ترمیم[1] اور نفاذِ شریعت بل[1] پر تبصرہ ہمارے پیشِ نظر ہے، اس لیے تمہیداً اس سلسلہ کی چند گزارشات ضروری سمجھتے ہیں۔

اسلامی مملکتوں اور لادینی ریاستوں کا ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ اسلامی مملکت کے راعی اور رعایا احکامِ الٰہی کا پابند ہونا نہ صرف تسلیم کرتے ہیں، بلکہ وحی اور رسالت ہی ان کے تمام مسائل کا حل ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ بناوٹی دساتیر و قوانین کے چکر میں پڑنے کی بجائے براہِ راست اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ شرائع کے مکلف ہوتے ہیں ــــــ یعنی خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت (کتاب وسنّت) ہی ان کے نزدیک دستور وقانون ہوتی ہے ــــــ یہی بات آج سے کچھ عرصہ پیشتر صدرِ مملکت جناب جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنی ایک نشری تقریر میں بانیٔ پاکستان محمد علی جناح کے حوالہ سے دہرائی تھی کہ :

---

[1] قارئین کی سہولت کے لیے نویں دستوری ترمیم اور نفاذِ شریعت بل ۱۹۸۵ء اسی شمارہ کے آئندہ صفحات میں شائع کئے جا رہے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"مسلمان اپنا دستور خود مرتب کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ ان کا دستور مرتب و مدون ان کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ اور وہ ہے قرآن مجید!"

——— جبکہ لادین ریاستیں وضعی اور بناوٹی قوانین کا نفاذ کرتی ہیں۔ اور اگر کسی مجبوری کے پیش نظر دین و شریعت کے نام سے بھی کہیں کوئی چھپہ لگانا مقصود ہو تو اس کا جواز ان کے پاس صرف یہی ہوتا ہے کہ مثلاً عوام کی ایک عظیم اکثریت اس کا مطالبہ کرتی ہے ——— پاکستان میں بھی یہی کچھ ہو رہا ہے کہ اسلامی ریاست کے دعوے کے باوجود وہ قانون سازی اور نفاذِ شریعت کے لیے اسی معمول کو اپنائے ہوئے ہے۔ یعنی عوامی تحریک اور عوامی مطالبات کے نتیجے میں شریعت کا نفاذ ہونا چاہیئے! سوچنے کی بات یہ ہے کہ کل کو اگر عوام، نفاذِ شریعت کا یہ مطالبہ چھوڑ دیں، یا کوئی اکثریت، شریعت میں ترمیم و تنسیخ کا مطالبہ کر دیتی ہے تو کیا شریعت کو معطل کر دینا یا اس میں تغیر و تبدل کرنا ارتداد نہ ہو گا؟ جبکہ خاتم المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانے کے بعد شریعتِ محمدیہ کے کسی ایک جزء کا انکار بھی کفر و ارتداد ہے! ——— یہ بات مذکورہ بالا شریعت بل کی تمہید کے سلسلہ میں ایک قابلِ غور نکتہ ہے کہ اگر نفاذِ شریعت بل کو ایک عظیم اکثریت کی حمایت حاصل نہیں ہوتی تو کیا نفاذِ شریعت کی کوششوں سے ہاتھ اٹھا لیا جائے گا؟

——— فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ!

سیدھی سی اور انتہائی واضح بات یہ ہے کہ شریعت کا نفاذ بہر حال ہونا چاہیئے۔ اور جو کتاب و سنت کی دستوری حیثیت تسلیم کر لینے سے ہی ممکن ہے!

۱۹۷۳ء کے دستور کی دفعہ ۲۲۹ میں قرآن و سنت کو یہ حیثیت دی گئی تھی کہ ملک کا جو قانون قرآن و سنت کے منافی ہو گا، کالعدم قرار پائے گا۔ لیکن کسی بھی عمومی اقرار کے لیے عملی حیثیت اور اصل اہمیت اس کے طریقِ کار کی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کا طریقِ کار یہ اختیار کیا گیا کہ شریعت کورٹ آرڈیننس جاری کیا گیا۔ جس کے تحت، قوانین کی قرآن و سنت سے مطابقت کا یہ فریضہ شرعی عدالت کو سونپا گیا۔ لیکن اس آرڈیننس میں قوانین کو قرآن و سنت پر پیش کرنے کے لیے، قانون کی تعریف کو اس قدر محدود کر دیا گیا کہ ملک کا تقریباً سارا قانونی نظام ہی اس کے اثرات سے محفوظ رہا۔ یعنی بنیادی دستور، قوانینِ ضابطہ، پرسنل لاز اور مالی قوانین وغیرہ قانون کی تعریف سے مستثنیٰ اور وفاقی شرعی عدالت کے دائرۂ کار سے خارج قرار دے دیئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گئے ــــ گویا نعوذ باللہ، اللہ اور اس کے رسول ؐ کو بھی "مقدس" انسانی دساتیر و قوانین پر غور کی اجازت نہیں ــــ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ!

قرار دادِ مقاصد، جس کے متعلق بڑا شہرہ ہے، کہ اسے دستور کا مستقل حصہ قرار دے دیا گیا ہے، اس کی حیثیت بھی ایسی ہی ہے ــــ اولاً تو یہ قرار داد ہی مقاصدِ ریاست کے لیے تھی۔ اور کسی دستور و ریاست کے مقاصد، دستور و قوانین کے لیے راہنما اصول تو ہوتے ہیں، لیکن ان کی اپنی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوتی۔ ہاں اصل حیثیت ان خصوصی قوانین کی ہوتی ہے جو عمل کے لیے وضع کئے جاتے ہیں! ــــ ثانیاً قرار دادِ مقاصد کو دستور کا حصہ بنا دینے کے باوجود، اسے وفاقی شرعی عدالت کے دائرۂ کار سے باہر رکھا گیا ہے کہ دستور بشمول قرار دادِ مقاصد، اس کے زیرِ سماعت نہیں آسکتا ــــ ثالثاً اس قرار دادِ مقاصد کو دستور کی خصوصی دفعات کے ذریعے ہی عمل میں لانا ممکن ہے۔ جبکہ اصولِ قانون کی رو سے عملی اعتبار سے اصل پابندی خصوصی دفعات کی رہ جاتی ہے اور عمومی دفعات محض تجریدی اصول ہی ہوتے ہیں۔ لہٰذا دستور میں دیگر خاص دفعات' قرار دادِ مقاصد کو عملاً معطل ہی رکھیں گی ــــ گویا قرار دادِ مقاصد کو دستور کا مستقل حصہ قرار دینا یا نہ قرار دینا برابر' اور محض ایک تکلف ہے۔

اس تفصیل سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ پاکستان کا اہم مسئلہ دستور کے طریقِ کار اور اس کے لیے مناسب، معیاری مشینری کا بھی ہے۔ جبکہ ہمارے ہاں ایک طرف مشینری کے لیے ایسے معیار کا کوئی لحاظ نہیں اور دوسری طرف پیچ در پیچ طوالتوں کا ایک ایسا انبار ہے کہ جن کے باعث قانون واقعتاً موم کی ناک بن کر رہ گیا ہے ــــ پھر یہ سوال بھی ہمارے سامنے ہے کہ اگر کوئی جرأت مندجج' یا انتظامیہ کا کوئی فرد، دستوری بھلائی کے پہلوؤں کو مؤثر حیثیت دینا بھی چاہے تو اسے کون سی آزادی اور کس قدر تحفظ حاصل ہے؟

لہٰذا متذکرہ بالا اہم رکاوٹوں کی موجودگی میں ہم جو کچھ کر سکتے ہیں، وہ اسی وضعی دستور اور غیر معیاری مشینری کے ذریعہ ہی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ آئندہ سطور میں ہم جو رائے پیش کریں گے وہ اسی انداز کی ہوگی!

ان تمہیدی گزارشات کے بعد اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ نویں[9] ترمیم اور شریعت بل کی قانونی حیثیت کا ایک جائزہ پیش کریں۔ کہ قارئینِ کرام سے متذکرہ وعدہ کے علاوہ تعارفِ شریعت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بل پر ۲۴ اپریل ۸۶ء تک تجاویز و آراء بھی طلب کی گئی ہیں :

ہماری رائے میں نویں ترمیم کی ایک قانونی اہمیت ہے۔ لیکن اس کے لیے قومی اسمبلی کی دو تہائی اور سینیٹ کی اکثریت کی تائید ضروری ہے۔ جس کی موجودہ حالات میں صدرِ مملکت اور سابق چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جناب ضیاء الحق کے ریفرنڈم اور انتخابات میں عوام سے وعدے کے باوجود اسلام کے نفاذ سے پسپائی کے بعد امید موہوم ہی ہوگی۔ تاہم اگر اس ترمیم کی کامیابی فرض کر لی جائے (کہ دنیا بہ امید قائم است) تو ہماری نظر میں نویں ترمیم کے لیے قومی اسمبلی کی قرارداد میں حسب ذیل اہم نقائص ہیں :

۱۔ مذکرہ قرارداد کی دفعہ ① کی شق ب (i) میں قانون کی تعریف میں وہی گھپلا موجود ہے جو یکم جنوری ۱۹۷۸ء کو شریعت کے نفاذ کے اعلان کے بعد شریعت کورٹ آرڈیننس میں درج تھا کہ قانون کی تعریف محدود رکھی گئی تھی۔ یہاں بھی قانون کی تعریف نہ صرف جامع نہیں، بلکہ واضح طور پر دستور کو بھی قرآن و سنّت کی مطابقت سے مستثنیٰ کرنے کی جراءت کی گئی ہے ۔۔۔ پھر اسی دفعہ کی شق ب (ii) واضح نہیں ہے ۔۔۔ جبکہ اس دفعہ کی شق ب (iii) کے ذریعہ مالیاتی بینکاری کو بھی وفاقی شرعی عدالت کے دائرۂ اختیار سے اس طرح نکال دیا گیا ہے کہ مذکورہ عدالت متعلقہ ماہرین کے مشورے کے بعد متعین اقدامات کے لیے ایک مقررہ مدت کی صرف سفارش ہی کر سکے گی، جس کی قانون ساز ادارے پر پابندی لازمی نہ ہوگی۔ گویا اس کی سفارشات کا وہی حشر ہوگا جو ربع صدی سے اسلامی مشاورتی کونسل اور پھر اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کا ہو رہا ہے۔

۲۔ اس قرارداد کی دفعہ ۲ اور ۳ میں کمیشن کی تشکیل اور اس کی دستوری ترامیم اور نفاذِ اسلام کے عمل کو تیز بنانے کے اقدامات کی تجویز محض خانہ پُری ہے ۔۔۔ چنانچہ ایسے کمیشنوں کی تشکیل اور ان کی سفارشات، کسی چیز کو ٹالنے کے لیے ایک عمدہ تکنیک سمجھے جاتے ہیں۔

۳۔ نویں دستوری ترمیم کی دفعہ (۱) ہی بنیادی دفعہ ہے۔ اس دفعہ میں دستور کی دفعہ ۲۲۹ (جس میں قرآن و سنّت کے منافی قوانین کو کالعدم کرنے کا ذکر ہے) کا مثبت انداز سے ذکر کرنا ہی کافی ہے کہ "اسلام پاکستان کا سرکاری دین اور شریعتِ محمدی (کتاب و سنّت) ہی اس کا دستور و قانون ہوں گے۔" لیکن اس قرارداد کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دفعہ (۱) شق (۱) کے الفاظ میں تعبیر کی کمزوری کے باوصف، جہاں ایک طرف قرآن و سنّت کو ملک کا بالاترین (سپریم) قانون بنانے کا ذکر کیا گیا ہے، وہاں دوسری طرف قرآن وسنّت کو ہی پالیسی بنانے اور قانون سازی کا اصل منبع قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ شق فی ذاتہ باہم متعارض ہے۔ کیونکہ قرآن وسنّت کے بالاترین قانون ہونے کا تقاضا تو یہ ہے کہ وہ خود قانونی حیثیت کے حامل ہوں، لیکن اسی شق کے دوسرے حصّے میں اسے قانون سازی کا اصل منبع قرار دینے سے قرآن و سنّت کے بالاترین (سپریم) قانون ہونے پر زد پڑتی ہے کہ "قانون کا منبع اور ماخذ" ہونے سے مراد "راہنما اصول" ہوتے ہیں۔ جو قانون میں مؤثر عملی حیثیت کے حامل نہیں ہوتے۔ جس کی مثال قراردادِ مقاصد ہے۔ چنانچہ ملک کے جملہ دساتیر میں یہ ماخذِ قانون تو پینتیس ۳۵ سال رہی، لیکن خود اس کی کوئی قانونی حیثیت نہ تھی۔ بالکل اسی طرح یہاں قرآن وسنّت کے لیے "بالاترین قانون" کے الفاظ، اور پھر اسی بالاترین قانون کا قوانین کیلئے محض منبع اور ماخذ ہو کر رہ جانا، یہ الفاظ چغلی کھا رہے ہیں کہ قرآن وسنّت کی حیثیت محض بطورِ برکت رہے گی، جبکہ اصل اہمیت اور عملی حیثیت بناوٹی اور وضعی قوانین کو حاصل ہو گی۔

—— واضح رہے کہ ہم اسلام میں قواعد وضوابط کی تشکیل کے مخالف نہیں ہیں، جنہیں جدید دور میں ذیلی قوانین کہا جاتا ہے۔ لیکن ہم اصل قانونی حیثیت صرف اور صرف شریعت (کتاب و سنّت) کی سمجھتے ہیں —— ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ..... هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ..... هُمُ الْفٰسِقُوْنَ"

(المائدۃ: ۴۴-۴۵-۴۷)

جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ حکم وقضاء میں پابندی صرف "ما انزل اللہ" (کتاب وسنّت) کی ہے۔ باقی سب تدابیر ہوتی ہیں، جو ہنگامی اور وقتی نوعیت کی حامل ہوتی ہیں۔

نویں دستوری ترمیم کے بعد ہم نفاذِ شریعت بل ۱۹۸۵ء کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔ لیکن اس سے قبل یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ محض ایک بل ہے۔ اور اگر بالفرض یہ سینیٹ میں اکثریت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے پاس ہونے کے بعد قومی اسمبلی میں بھی اکثریت کی تائید سے پاس ہو جاتا ہے، تو بھی اس کی حیثیت دستور کے تابع ایک ذیلی قانون کی ہوگی۔ چنانچہ اس کی کوئی دفعہ یا شق، دستور کے منافی ہونے کی بناء پر کالعدم قرار پائے گی۔ اس لیے ہماری نظر میں اس بل کی کوئی اہم حیثیت نہیں ہے ــــــ تاہم اگر آراء طلب کی گئی ہیں تو ضروری تبصرہ ہم بھی کئے دیتے ہیں:

۱۔ اس ایکٹ کی دفعہ ۲ میں شریعت کی جو تعریف کی گئی ہے۔ اس کی رُو سے یہ محض نام کا شریعت بل ہے کیونکہ شریعت وہ خاص طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعہ بندوں کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ جبکہ وحی صرف اور صرف کتاب و سنت ہیں، اور کتاب و سنت کے علاوہ انسانی اجتہادات نیز مختلف فرقوں کی فقہیں، خود ان فرقوں کے نزدیک بھی وحی نہیں ہیں ــــــ آج تک حنفی جعفری وغیرہ خود پر تقلیدی جمود کے طعن کا جواب یہی دیتے چلے آئے ہیں کہ ہماری فقہیں، شریعت کی ایک تشریح ہیں (خود شریعت نہیں ہیں) جبکہ دوسری فقہیں بھی برحق ہیں[1] اور "چاروں مذاہب برحق" کا ذکر ان کے ہاں مشہور ہے۔ جبکہ اس بل کی دفعہ ۲ شق (د) میں مستند فقہاء کے مدون قیاس و اجتہاد کو بھی شریعت شمار کیا گیا ہے۔ جو خود اہلِ مذاہب کے نقطۂ نظر سے بھی صحیح نہیں۔ بایں ہمہ اگر ان قیاسات و اجتہادات کو شریعت شمار کیا گیا ہے تو یہ فقہ کو شریعت قرار دینے کی ایک بہت بڑی جسارت ہے! ــــــ ظاہر ہے، کسی بھی قانون کی تشریح و تطبیق خود قانون کا حصہ نہیں ہوتی بلکہ اس کی حیثیت صرف معاونِ قانون کی ہوتی ہے ــــــ ائمہ کے اجتہادات، شریعت (کتاب و سنت) کے فہم میں ہمارے معاون ضرور ہوتے ہیں۔ یہ خود شریعت نہیں اور نہ ہی شریعت کا حصہ! ــــــ اس کی مثال بالکل ایسی ہے، جیسے آج کل اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے قانون کے لیے معاون ہوتے ہیں، لیکن خود قانون نہیں ہوتے ــــــ اور ان میں جو رولنگ (RULING) دی جاتی ہے، اس کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو شریعت میں فتوے کی ہے! ــــــ پھر یہ بات بھی علماء کے ہاں مسلّمہ ہے کہ فتووں

---

[1] اگر ایک کی بجائے متعدد فقہیں برحق ہیں، تو ظاہر ہے یہ فقہیں شریعت نہیں ہو سکتیں کیونکہ شریعت صرف ایک ہے، جبکہ فقہیں کئی!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں اختلاف ممکن بھی ہے اور ان میں حالات و واقعات کے تغیر و تبدل سے تغیر بھی روا ، جبکہ شریعت دائمی اور غیر متبدل ہے ۔ لہٰذا فتویٰ خود شریعت نہیں ہوتا ۔[1]

حاصل یہ کہ حنفی ، جعفری وغیرہ فقہوں کے تعدّد سے کسی کو مجالِ انکار نہیں ۔ اور نہ ہی کوئی مسلمان حنفی ، جعفری فقہ کو حنفی ، جعفری شریعت مان سکتا ہے ۔ کہ شریعت ایک ہے اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ سے کتاب و سنّت کا نام ہے ۔ پھر یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ اس بل میں مختلف فقہوں اور متعدد اجتہادات کو شریعت کیوں شمار کیا گیا ہے ——— کیا انہیں شریعت کا حصّہ بنا کر وہی تعدد و اختلاف ، جو مختلف فقہوں میں پایا جاتا ہے ، شریعت واحدہ میں بھی پیدا کرنے کی سازش کی جا رہی ہے ؟ ——— العیاذ باللہ !

۲ ——— پھر اسی شق (د) میں اجماعِ امت کو بھی شریعت کا حصہ گردانا گیا ہے ، جبکہ اسی ایکٹ کی دفعہ ۲ کی شق (ج) میں اجماعِ امت کو اس انداز سے پیش کیا گیا ہے ، گویا اجماع "شریعت کا مظہر" ہونے کی بجائے "شریعت کو ثابت کرنے والا" ہو ۔ جبکہ اصولِ فقہ کی مشہور کتابوں میں اجماع کو فقہ کا اصل صرف ایسی صورت میں مانا گیا ہے ، جب اس سے شریعت کے ثبوت کا عقیدہ نہ ہو ۔[2] کیونکہ شریعت کا ثبوت صرف بذریعہ وحی ، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے ، ہی ممکن ہے ۔ اور آپؐ کی موجودگی میں اجماع کی کوئی ضرورت

---

[1] عصرِ حاضر میں اس سلسلہ کی افراط و تفریط بھی قابلِ غور ہے کہ ایک طرف مقلّدین نے شریعت کی طرح اجتہاد و فقہ کو دائمی حیثیت دی کہ ان کی فقہ ہر دور کے مسائل کا واحد حل ہے ۔ تو دوسری طرف ملحدین نے اس کے برعکس یہ دعویٰ کر دیا کہ سنّت و حدیث کی حیثیت بھی فقہ و فتویٰ کی ہے کہ فتویٰ میں تبدیلی کے جواز کو انہوں نے شریعت میں تبدیلی کا جواز بنا لیا ہے ۔ گویا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی عام مجتہدین میں سے ایک مجتہد تھے کہ آپؐ کا اسوۂ حسنہ بھی کتاب اللہ کی حتمی مراد نہ تھی ۔ اور اس الحاد کو جدید دور کا اجتہاد گردانا جاتا ہے ۔

[2] قرآنِ کریم میں ہے :

"اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ - الآیۃ !" (التوبۃ : ۳۱)

"انہوں (یہود و نصاریٰ) نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا !"

(بقیہ بر صفحۂ آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں تھی! ــــ لہٰذا اجماع کسی چیز کو ثابت نہیں کرتا۔ اور ایکٹ کی دفعہ ۲ شق (ج) میں اس تکلف کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں کہ اجماع بھی شریعت کا حصّہ ہے۔ بلکہ فقہ کے اصولِ اربعہ میں سے ایک اصل اجماع بھی ہے۔ یعنی اجماع وقیاس اصولِ فقہ تو ہو سکتے ہیں۔ جن کی حیثیت فہمِ دین میں زیرِ بحث آئے گی۔ لیکن نہ تو یہ شریعت کا حصّہ ہیں اور نہ ہی ان کو وحی ماننا درست ہے[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ــــ حضرت عدیؓ بن حاتم نے جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں نصاریٰ کی طرف سے یہ عذر پیش کیا کہ وہ اپنے علماء اور درویشوں کو رب نہیں پکڑتے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ "یہود و نصاریٰ کیا اپنے علماء کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام تسلیم نہیں کرتے ہیں؟" حضرت عدیؓ نے اقرار کیا تو رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، "یہی انہیں رب بنانا ہے!"

جب تقلیدِ شخصی کے خلاف یہ دلیل مقلّدین کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ وہ مجتہدین و فقہاء کو تشریع کا حق دیتے ہیں، ان کے حرام و حلال (فقہ و اجتہاد) کو شریعت نہیں گردانتے ــــ لیکن شریعت بِل میں انہی اجتہادات اور مدون فقہوں کو شریعت تصور کیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ آج کل جس طرح کا اجماع بعض مسلمان تلاش کرتے ہیں، حتیٰ کہ کسی ایک ملک کی اسمبلی میں سادہ اکثریت کو بھی اجماع کا نام دے دیا جاتا ہے حالانکہ اگر اسی کا نام اجماع ہے تو اس سے بہت اعلیٰ صورت کا اجماع نصرانیوں کے ہاں موجود ہے۔ کہ بائیبل کی تدوین کے لیے اجلّ علماء کی بہت بڑی تعداد کئی دفعہ جمع ہوتی رہی اور ایسے ہی اجتماعات کے نتیجے میں بائیبل کی تدوین عمل میں لائی جاتی رہی۔ لیکن قرآنِ کریم نے پہلی اُمتوں کے ایسے اجماع کو بھی شریعت گرداننا، انہیں رب بنانے کے مترادف قرار دیا ہے ــــ اصل بات یہ ہے کہ شریعت کتاب و سنت میں منحصر ہے، جو وحی ہیں۔ ان کے علاوہ انفرادی اجتہاد ہو یا اجتماعی اجتہاد، اس کا تعلق فہمِ شریعت سے ہے، وہ خود شریعت نہیں!

[1] یہاں یہ مغالطہ نہ ہو کہ شیعہ، انبیاءؑ کے علاوہ ائمہ اہلِ بیت کی عصمت، یا ان ائمہ پر وحی والہام کے قائل ہیں۔ اس لیے کہ شیعہ (جو شریعت کے قائل ہیں) کے ہاں بھی شریعت صرف نبی کے ذریعہ آتی ہے۔ اور ان کے ہاں ائمہ اہل بیت کے مقامِ عصمت کا تعلق شریعت (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۔ اسی دفعہ ۲ کی شق (د) سے بظاہر اجماع اور قیاس کے شریعت میں شامل ہونے کا تصور ابھرتا ہے۔ لیکن عبارت غور سے پڑھیں، تو شریعت خود "اجماعِ امت" نہیں بلکہ کتاب وسنت کے علاوہ "اجماعِ امت کے قیاس واجتہاد کے ذریعے مستنبط مدوّنہ احکام" شریعت بتلائے گئے ہیں جس سے عبارت یا تو بے معنی ہو گئی ہے۔ اور یا یہاں اجماع امت کا مطلب بطور فقہ کی تدوین کا مخصوص تصور ہے۔ جیسا کہ یہ بے دلیل بات قصداً بہت زیادہ مشہور کی گئی ہے کہ "فقہ حنفی کی تدوین چالیس علماء کی ایک مجلس نے کی تھی"، یعنی اس طریقہ سے فقہ حنفی کا نام لیے بغیر اسے شریعت قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ حالانکہ شریعت بل جملہ مسلمانوں کے لیے ہے کسی مخصوص فرقہ کا تحفظ کرنے کے لیے نہیں! ۔۔۔ اسی طرح بل کی دفعہ ۲ شق ج میں بھی اجماعِ امت کو شریعت کا حصہ بنانے کی بجائے کسی ایسے حکم یا ضابطے کو، جو اجماعِ امت سے ماخوذ ہو، شریعت کہا گیا ہے۔ گویا یہاں بھی اجماع کا کوئی خصوصی "مفہوم" پوشیدہ ہے۔

۴۔ بل کی دفعہ ۲ شق ب میں قرآن پاک اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کو شریعت کا مأخذ کہا گیا ہے۔ یہاں ایک دوسری انتہا ہے کہ پہلے انسانی تشریحات کو شریعت کی تعریف میں داخل کیا گیا۔ اور اس شق کے ذریعہ اصل وحی کو شریعت کی بجائے مأخذِ شریعت ہونے کا تصور دیا گیا ۔۔۔۔ ہم اس سے قبل واضح کر چکے ہیں کہ مأخذِ قانون، قانون نہیں ہوتا۔ حالانکہ جب وحی

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ گزشتہ)

کی روایت و درایت سے ہے، شریعت کی تکمیل میں وہ شامل نہیں ہیں ۔۔۔۔ شریعت کو فقہ و اجتہاد کی ہیچ سے بچانے کے لیے انہوں نے اجتہاد کے مفہوم میں بھی تنگی پیدا کر دی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اجتہاد کو مجتہد کا فعل بھی ماننے کے لیے تیار نہیں، بلکہ اسے وہ مجتہد کی صفت گردانتے ہیں۔ کہ فعل ایک خارجی چیز ہوتا ہے، جس سے خارجی اجتہادات کے شریعت میں شامل ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ لیکن اسے مجتہد کا وصف شمار کرنے سے اجتہاد سے مقصود شریعت کا فہم رہے گا اور اضافی رائے شمار نہ ہو گا۔ وغیرہ وغیرہ!

حاصل یہ کہ شیعہ کے ہاں بھی، اجتہادات، خواہ وہ ائمہ معصومین ہی کے کیوں نہ ہوں، شریعت کا حصہ نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت بل پر اخبارات میں، ان کی جو آراء شائع ہوئی ہیں، ان میں انہوں نے بل کی دفعہ ۲ شق (ج، د) کے حذف کا مطالبہ کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صرف کتاب و سنت ہے تو شریعت کی تعریف بھی کتاب و سنت ہی ہے۔ اس کی تائید "شریعت کے احکام" کے لفظ سے بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ اصولِ فقہ کی اصطلاح میں "حکم" اللہ کے اس خطاب کو کہتے ہیں جو بندوں کے فعل سے متعلق ہو۔ جب حکم خطابِ الٰہی ہے تو کیا کوئی شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اللہ کا خطاب، اس کے رسولؐ کے علاوہ [1] جو اس کا نمائندہ ہوتا ہے کبھی اور کو بھی ہو سکتا ہے؟

حاصل یہ کہ احکامِ شریعت صرف وہی ہیں جو اللہ کے خطاب سے مقرر ہوئے ہیں، اور جس کی ایک شکل وحی جلی ہے اور دوسری شکل وحی خفی! [2]

---

[1] صحیح مسلم میں بریدہ اسلمیؓ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لشکروں کے جرنیلوں کو جو خصوصی ہدایات فرمایا کرتے تھے، ان میں یہ ہدایت بھی دیتے تھے:

"وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللهِ فَلَا تُنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِ اللهِ وَلَكِنْ أَنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِكَ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَتُصِيبُ حُكْمَ اللهِ فِيهِمْ أَمْ لَا ـــ الحدیث!"

کہ "جب تُو کسی قلعہ والوں کا محاصرہ کرے پھر وہ تجھ سے یہ چاہیں کہ تو انہیں اللہ کے حکم پر پناہ دے، تو یہ کام نہ کرنا۔ بلکہ انہیں اپنے حکم پر پناہ دینا۔ اس لیے کہ تو نہیں جانتا کہ اللہ کے حکم کی تعمیل تو درست کر سکے گا یا نہیں؟"

حدیثِ بالا کی رُو سے جرنیلوں اور حکام کا اجتہاد اور حکمِ الٰہی کی قانونی حیثیت کو الگ الگ کیا گیا ہے۔ کہ مجتہد کا حکم، جس میں خطاء و ثواب دونوں کا احتمال ہے، حکمِ الٰہی نہیں ہوتا بلکہ یہ اس کا اپنا اجتہاد ہی ہوتا ہے۔ پس اس کی نسبت اس مجتہد کی طرف ہونی چاہیئے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف۔ لہٰذا شریعت جو اللہ کا مقرر کردہ طریق ہے، انسانی اجتہاد کو اس کا حصہ نہیں بنایا جا سکتا۔ اور نہ اس اجتہاد کو حکمِ الٰہی کہا جا سکتا ہے۔

[2] وحی خفی (سنت) حقیقت کے اعتبار سے وحی جلی کا بیان ہے، جو براہِ راست وحی سے بھی کیا جاتا ہے اور بالواسطہ بھی ـــ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عملی نمونہ کے لیے جو بعض اجتہادات کرتے تھے، انہیں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفظ دیا جاتا تھا۔ (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۵۔ شریعت کی تعریف کے لیے بل کی دفعہ ۲ شق (ا) کے بعد "اور وہ کتاب و سنت ہے" کے الفاظ کے اضافہ سے شریعت کی تعریف مکمل ہوجاتی ہے۔ شق ب، ج، د کی کوئی ضرورت نہیں! ——— لہٰذا بل سے انہیں حذف کر دینا چاہیئے۔ بالخصوص اس لیے کہ سنت کی تشریح و تعبیر کے لیے مستقل دفعہ نمبر ۱۲ موجود ہے۔ اور آج کے الحادی رجحانات میں قرآن و سنت کی تشریح و تطبیق کے لیے یہ دفعہ کافی تحفظ دیتی ہے۔ کہ اس میں اہل بیت عظام رضؓ، صحابہ کرام رضؓ اور مستند مجتہدینؒ کے مسلّمہ قواعد و ضوابط کی پابندی لازمی قرار دی گئی ہے ——— ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے مسلّمہ اسلاف کا طریق کار ہی ہمیں اپنے روشن ماضی سے وابستہ رکھتا ہے اور اُمت کو اسی طریق پر گامزن کرتا ہے جس کے ذریعہ ہمارے اسلاف نے اسلامی مملکت کی وسعتوں اور نت نئے مسائل کے سلسلے میں شریعت کی روشنی مہیا کی۔ بلاشبہ ہمارے لیے ان مجتہدین کی یہ مساعی روشنی کا مینار اور سرمایۂ افتخار ہیں ——— اللہ تعالیٰ ہمیں انہی کی طرح ایمان لانے اور انہی کے انداز پر شریعت کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے ——— ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ ——— الآیۃ!" (البقرہ: ۱۳۷)

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گزشتہ)

آپؐ کے معصوم ہونے کے یہی معنیٰ ہیں! ——— یہی وجہ ہے کہ آپؐ کی اطاعت و اتباع مستقل حیثیت رکھتی ہے۔ بلکہ قرآنِ مجید کی اطاعت بھی ظاہراً آپؐ ہی کی اطاعت ہے کہ آپؐ کے فرمانے کے مطابق مسلمان قرآن مجید کو کتاب اللہ مانتے ہیں۔ لہٰذا قرآنِ مجید کے کلام اللہ ہونے کی نسبت سے یہ مغالطہ نہ ہونا چاہیئے کہ سنت، قرآن سے الگ چیز ہے۔ بلکہ سنت، قرآن مجید کا بیان اور اس کا عملی نمونہ ہے۔ پس یہ کہنا بجا ہے کہ کتاب اللہ شریعت ہے تو سنت اس کی مکمل اور دائمی تعبیر و تبیین! ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ۔ الآیۃ" (النحل: ۴۴)

کہ "(اے نبیؐ) ہم نے یہ ذکر آپؐ کی طرف نازل فرمایا ہے تاکہ آپؐ اسے لوگوں کے سامنے بیان کریں!"

© rasailojaraid.com